

سیدتیغیویرلویکیظمیرکومورالاعظمین

www.KitaboSunnat.com



ذالکذا الارفیه

فیضانِ ابد
مجله



ایمان افق
مکتبہ اسلامیہ

شماره 16 - رمضان 1436 - 2015



عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا جمعہ

اب اسحاق الدین پڑھو

رضیاء کی پہلا
روز کی حقیقت



محکم دلائل سے مزین و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



محکم دلائل سے مزین و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

89
92

مرضان المبارک

کی 27 ویں آرا

حصولِ حیرت

پڑھو پڑھو پڑھو پڑھو

شب بیداری

بمقام

مرکزِ نبوی جامع مسجد محمدی الدین فیصل آباد

ایمان آفرین خصوصی خطبہ

حافظ محمد عیسیٰ صاحب مدنی

0345-7796179
0300-9654311
0321-7840000
0312-9658338

خدمتِ محمدی الدین ٹرسٹ انٹرنیشنل فیصل آباد

بیتِ نبویؐ کی تعلیم و تربیت کا مرکز

محمد الدین صاحب مدنی

شمارہ 16 - دسمبر 2015ء

فیضانِ انوارِ نبویؐ

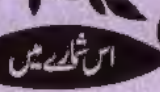
حضرت پیر محمد علاؤ الدین صدیقی صاحب

زیرِ سرپرستی



مدیرِ انعام
مدیرِ انعام
مدیرِ انعام

ہر 10 روپے



اس شمارے میں

- 2 ادارہ: رمضان کی بہار
- 3 روزے کی حقیقت
- 4 ایملہ القدر
- 11 ادب سکھانا والدین پر فرض ہے
- 13 ذاک الکتاب لاریب
- 20 حضرت علیؑ اقبال کی نظر میں
- 26 عید نبویؐ کا پہلا جمعہ - تاریخ پس منظر
- 29 عرس مبارک کی رپورٹ

غنیہ مصنف محمد علی صدیقی
غنیہ طلق محمد علی صدیقی
فتح خیر داؤد صدیقی
ڈاکٹر امتیاز احمد صدیقی
علی محمد علول صدیقی
پرسید شہباز شاہ صدیقی
محمد صفدر صدیقی
محمد حافظ مبین صدیقی
حالی حامد محمود صدیقی
محمد ہادی صدیقی
مولی غلام رسول شریوری
فیصل رحمان صدیقی

محمد عثمان قادری: عاشقِ ذوالن: محمد کلیم رضا

جملہ ممبران رابطہ آنس

محمد عثمان قادری: عاشقِ ذوالن: محمد کلیم رضا

صدیقہ بی بی شریانی فیصل آباد

جامع مسجد محمدی الدین
سیدہ رازی منڈی (جنگل فیصل آباد)

ہے۔ اور دوسرا ہے کہ بظاہر تو ثابت لگتا ہے۔ لیکن اندر سے خراب ہو کر ضائع ہو جاتا ہے۔ روزے کے ممنوعات کی بھی یہی صورت ہے۔ کچھ ممنوعات تو ظاہری ہیں۔ ان کا ارتکاب کیا جائے تو ہر شخص جان لیتا ہے۔ کہ روزہ ٹوٹ گیا۔ مگر کچھ ممنوعات باطنی اور روحانی ہیں۔ ان سے بظاہر روزہ ٹوٹتا نہیں۔ اندر ہی اندر خراب ہو کر اپنی ممنوعیت کے اعتبار سے گندے اٹھ کی طرح بے کار ہو جاتا ہے۔ یہی وہ بات ہے جسے حضور نبی اکرم ﷺ نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

”جو شخص فلفلہ، جھوٹ اور گناہ کی بات اور اس پر عمل کرنا ترک نہیں کرتا تو اللہ کو اس کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔“ ایک دوسرے موقع پر فرمایا۔ ”کتنے ہی روزے دار ایسے ہیں جن کو بھوکا پیاسا رہنے کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا۔“

قرآن حکیم نے روزے کی مقصدیت پر روشنی ڈالتے ہوئے۔ اپنے اسلوب خاص کے مطابق ایک بڑا بیخ لفظ استعمال کیا ہے۔ ”لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ“ تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے تاکہ تم تقویٰ حاصل کر سکو۔ تقویٰ کیا چیز ہے؟ اس کی بہترین تشریح صحابی رسول حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمائی ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے سوال کیا کہ تقویٰ کسے کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ ”کیا آپ کبھی ایسے راستے سے گزر رہے ہیں۔ جس کے دونوں طرف خاردار جھاڑیاں ہوں؟ حضرت عمر نے جواب دیا ہاں پوچھا آپ اس طرح کا راستہ کس طرح طے کرتے ہیں؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اپنے کپڑوں کو دونوں ہاتھوں سے سمیٹ لیتا ہوں کہیں وہ جھاڑیوں میں نہ الجھ جائیں۔ حضرت ابی نے فرمایا۔ ”بس یہی تقویٰ ہے۔“

دیکھا جائے تو یہ مثال دنیا کی اس زندگی پر بڑی اچھی طرح صادق آتی ہے۔ دنیا کی یہ گزرگاہ بھی دوریہ خواہشات اور تحریصات کی خاردار جھاڑیوں سے اٹی پڑی ہے۔ اس میں بے احتیاطی سے چلا جائے تو دامن قدم قدم پر تار تار ہو جاتا ہے۔ مٹی وہ ہے۔ جو اس راستے پر چھوٹک چھوٹک کر قدم رکھے اور اپنے دامن کو گناہ کے کانٹوں سے پھنسا ہوا منزل مقصود پر پہنچ جائے وہ کہا لڑی سے رخصت نہ کرے معاذ سے بھی کنارہ کش ہو جائے۔ بقول حضرت امام ابن تیمیہ یہ

ندہ دیکھے کہ گناہ کتنا چھوٹا ہے۔ یہ غور کرنے کا خور ہو جائے کہ جس کی نافرمانی کی جا رہی ہے۔ وہ کتنا بڑا ہے۔ عربی کے ایک شاعر نے خوب کہا۔ ”چھوٹے اور بڑے سب گناہوں کو چھوڑ دو تقویٰ اسی کا نام ہے اور چھوٹے گناہوں کو تیز نہ سمجھو کیونکہ کنکروں سے ہی پہاڑ بن جاتے ہیں۔“

سرکار ﷺ نے فرمایا۔ روزے دار کو دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں ایک افطار کے وقت اور دوسری اپنے پروردگار کی ملاقات کے وقت۔ فرمایا روزہ آتش دوزخ سے بچانے کیلئے ایک ڈھال ہے۔ فرمایا۔ روزے دار کے منہ کی خوشبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک و عنبر سے بڑھ کر ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ افطار کے وقت روزہ دار کی دعا قبول فرماتا ہے۔ فرمایا۔ ماہ رمضان کے پہلے دس دن سراپا رحمت، اس کی دوسری دہائی مجسم مغفرت اور اس کے آخری دن جہنم سے نجات اور رستگاری کے دن ہیں۔

فرمایا۔ روزے داروں کو ایک خاص دروازے سے جنت میں داخل کیا جائے گا۔ جسے باب الریان یعنی سرابی کا دروازہ کہتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے روزے کی جو یہ اور دوسری اس طرح کی بی شمار تفصیلات بیان فرمائی ہیں۔ تو خوب جان لیجئے۔ کہ یہ روزے کی ظاہری صورت پوری کر دینے والے شخص کے حصے میں نہیں آتیں۔ اس کیلئے اسلام نے دو شرطیں مقرر کی ہیں۔ جن کی پابندی کی جائے تو روزے کے سارے روحانی اور مادی فائدے حاصل ہو جاتے ہیں۔ ورنہ دوسری صورت میں بھوک پیاس کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ یہ شرطیں کیا ہیں؟

فرمایا ”شرط اول یہ ہے کہ ”من صام رمضان ایماً“ جس نے روزے رکھے ایمان کے ساتھ۔ یعنی جس نے روزے صرف رضائے الہی کیلئے رکھے۔ اس کے سوا اس کے سامنے کوئی مقصد نہ تھا۔ اگر اس کی نتیجے میں اسے جسمانی فوائد حاصل ہو جائیں تو یہ اللہ کی دین ہے۔ اس کی رحمت ہے ورنہ وہ تو روزے رکھنے کیلئے اس صورت میں بھی تیار تھا۔ جب اسے یقین تھا کہ اس سے میری صحت بگڑ جائے گی۔

اسلام کی شرط سے معلوم ہوا کہ مرن برت، بھوک ہڑتال اور دوسرے مذاہب کے

روزے اجر و ثواب کے نقطہ نظر سے اس لئے بیکار ہیں کہ انہیں ایمان باللہ اور ایمان بالرسالت کی روح کارفرما نہیں ہوتی۔

ایمان کے ساتھ دوسری شرط اپنے احتساباً کی عائد فرمائی۔ یعنی روزے دار روزے کی حالت میں قدم قدم پر اپنا محاسبہ کرتا رہے کہ کہیں اس سے شریعت کی خلاف ورزی تو نہیں ہو رہی۔ کوئی شک نہیں کہ روزے کے اندر وہ ساری برکتیں اور فضیلتیں ہیں جنہیں اللہ اور رسول نے بیان فرمایا ہے۔ اس نسخہ شفاء کو ہر زمانے میں لاکھوں کروڑوں افراد نے آزمایا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ ہم اس کی صورت کا تو لحاظ کرتے ہیں۔ اس کی روح کا نہیں ہم روزے کی حالت میں بدستور گناہوں کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ کہ ہم روزے کے انوار و برکات کو اپنے دامن میں نہیں سمیٹ پاتے اور اس کے فلسفہ اور فضیلت کے بارے میں محکوک و شبہات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ معدہ کو آرام پہنچانے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم روزہ رکھیں۔ نبی اکرم ﷺ مہینے میں کم از کم تین روزے رکھتے تھے۔ ہفتے میں دو دن کو بھی عام طور پر آپ کا روزہ ہوتا تھا۔ اگر ہمارے لئے ایسا کرنا مشکل ہو تو پھر سال میں کامل ایک مہینہ رمضان کے روزے رکھ کر معدے کو سالانہ تعطیلات دی جاسکتی ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ یار لوگ اس زمانے میں افطاری و سحری کے وقت اس غریب پر ظلم ڈھاتے اور معمول سے کہیں زیادہ مشقت کا بوجھ ڈال دیتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے روزے کو جسم کی ذکوۃ قرار دیا ہے۔

اپنی ماجہ میں ہے آپ نے فرمایا۔ ہر چیز کی ذکوۃ ہے اور جسم کی ذکوۃ روزہ ہے۔

تاریخین کوام کو رمضان المبارک کی رحمت بھری مغفرت اور تارخہم سے آزادی کی ساتیں مبارک ہوں (ادارہ)

صدقہ فطر اس سال 80 روپے فی کس ہوگا

آپ اپنی زکوۃ صدقات عطیات معی الدین نرسٹ کو دیں۔ جزاک اللہ

لیلۃ القدر

بہشت و رحمت کا سنہری موقع

از: سید اعظم علی شاہ مجددی صاحب

شب قدر کے بارے میں کوئی تعین نہیں ہے کہ فلاں رات شب قدر ہے۔ مگر اتنا ضرور ہے۔ یہ ماہ رمضان المبارک کی ایک قدر والی رات ہے۔ جسے صرف تلاش کرنے والے ہی پاتے ہیں۔ حضور ﷺ نے ماہ رمضان المبارک کے موقع پر ایک دفعہ یوں ارشاد فرمایا۔

ایک اور موقعہ پر آپ نے فرمایا ”تمہارے پاس ایک با عظمت اور برکت والا مہینہ آگیا ہے۔ ایسا مہینہ کہ اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔“ (بیہقی)

شب قدر رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

کہ شب قدر کو رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں تلاش کرو۔ (مسلم شریف)

بخاری شریف میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت ہے۔ شب قدر کی تلاش میں رسول اکرم ﷺ نے رمضان شریف کے پہلے عشرہ میں احتکاف فرمایا پھر حضور نے درمیانی عشرہ میں ترکی خیمہ کے اندر احتکاف فرمایا پھر مبارک خیمہ سے باہر نکال کر فرمایا کہ میں نے اس رات کی تلاش میں رمضان شریف کے پہلے عشرہ کا احتکاف کیا پھر درمیانی عشرہ کا احتکاف کیا مگر پتہ نہ چلا پھر فرشتے نے میرے پاس آکر کہا کہ شب قدر رمضان شریف کے آخری عشرہ میں ہے۔ علاوہ ازیں اور بھی احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے۔ آخری عشرہ کے تعین کے بعد یہ بھی احادیث سے عیاں ہوتا ہے کہ یہ آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ہوتی ہے جیسا کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ شب قدر کو طاق راتوں میں تلاش کرو۔ (مسلم شریف)

طاق راتوں سے مراد اکیسویں، تیسویں، پچیسویں، ستائیسویں، انیسویں رات ہے۔

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ باہر تشریف لائے تاکہ ہمیں شب قدر کی اطلاع دیں۔ مگر دو مسلمانوں میں جھگڑا ہو رہا تھا آپ نے ارشاد فرمایا میں اس لئے آیا تھا کہ تمہیں شب قدر کی خبر دوں مگر فلاں فلاں مخصوص میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ جس وجہ سے اس کا تعین اٹھایا گیا۔ کچھ بعید نہیں کہ یہ اٹھایا اللہ کے علم میں بہتر ہو۔ لہذا اب اس کو آخری عشرہ میں تلاش کرو۔ اس بحث سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ شب قدر طاق راتوں میں سے کوئی ہوتی ہے۔

ستا نیسویں رات بحیثیت شب قدر

آئمہ مجہدین کے ایک گروہ نے اپنے خیال کے مطابق رمضان المبارک کی ستا نیسویں شب کو لیلۃ القدر قرار دیا اور ان کے خیال کے مطابق ہر سال ستا نیسویں رات ہی شب قدر ہوتی ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ستا نیسویں شب کو یقیناً شب قدر کہتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی کے قائل تھے اور فرماتے ہیں کہ زیادہ باوثوق ستا نیسویں رات ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی اسی کے قائل تھے۔ اکثر مفسرین اور علماء کرام بھی اسی پر اتفاق رائے کرتے ہیں۔ کہ شب قدر ستا نیسویں رات ہی ہوتی ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی رائے کے حامی تھے۔

ستا نیسویں رات کو دوسری راتوں پر ایک فضیلت یہ بھی ہے۔ کہ اس رات کو اکثر مساجد میں تراویح میں قرآن پاک مکمل ہوتا ہے۔ لہذا یہ رات جشن قرآن کے نام سے مشہور ہو گئی ہے۔ اور لوگ جوق در جوق عبادت کرتے ہیں اس لئے ستا نیسویں کی فضیلت زیادہ ہے۔

شب قدر آخری عشرہ کی طاق راتوں میں بدل بدل کر آتی رہتی ہے۔ لیکن زیادہ تر ستا نیسویں رات ہی ہوتی ہے اور اسی رات کا شب قدر ہونا زیادہ قرین قیاس ہے۔

پھر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حلفاً یہ کہا کہ وہ رمضان کی ستا نیسویں تاریخ ہے۔ پس میں نے پوچھا کہ اے ابومنذر (حضرت ابی بن کعب کی کنیت تھی) آپ یہ بات کس بناء پر کہہ رہے ہیں۔ تو انہوں نے جواب دیا ایک علامت پر کہہ رہا ہوں۔ جو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں

بتائی تھی اور وہ نشانی یہ ہے کہ اس روز جو سورج نکلے گا اس میں تیزی نہ ہوگی۔ (مسلم شریف) اسی حدیث کی بناء پر یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ رمضان المبارک کی ستا نیسویں رات ہی زیادہ تر شب قدر ہوتی ہے کیوں کہ اس سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص رمضان شریف کی ستا نیسویں شب کو صحیح تک عبادت میں مصروف رہتا ہے۔ وہ مجھے پسند ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ وہ رمضان کی ساری راتوں میں شب بیداری کرے۔ نوافل شب قدر

اس رات کو جس طرح بھی اور جتنا بھی اللہ کے حضور اپنا عجز و نیاز پیش کیا جائے کم ہے۔ چنانچہ شب قدر میں بیدار رہ کر ہم بھی اسی طرح عبادت کی کوشش کریں جس طرح ہمارے نبی کریم ﷺ کرتے تھے۔ فرائض کی ادائیگی کے بعد کثرت سے نوافل اور تلاوت قرآن اور ذکر اذکار کیا جائے تاکہ پروردگار عالم کی بے شمار رحمتیں اور برکتیں میسر ہو سکیں۔

دو رکعت نفل:- ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ الم نشرح ایک ایک بار اور سورۃ اخلاص تین تین بار پڑھے۔ نوافل سے فارغ ہو کر سات بار سورۃ القدر پڑھیں۔

دو رکعت نفل:- ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص سات بار پڑھیں۔ نوافل مکمل ہونے کے بعد ستر بار یہ پڑھیں۔

استغفر اللہ العظیم الذی لا الہ الا هو الحی القيوم واقتب الیہ استغفر اللہ دو رکعت نفل:- ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ القدر ایک بار اور سورۃ اخلاص تین بار

چار رکعت نفل:- ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ القدر ایک بار اور سورۃ اخلاص ستائیس بار

چار رکعت نفل:- ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ النکاثر ایک بار سورۃ اخلاص گیارہ بار

چار رکعت نفل:- ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد تین بار سورۃ القدر اور سورۃ اخلاص چاس بار پڑھے۔

سلام پھیرنے کے بعد جہدے میں جا کر ایک مرتبہ یہ پڑھے

سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر

بارہ رکعت نفل:- چار چار کر کے ادا کرے۔ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ القدر ایک ایک بار سورۃ اخلاص پندرہ پندرہ بار۔ سلام پھیرنے کے بعد چار چار رکعت کر کے سولہ نوافل اس طرح پڑھیں کہ پہلی رکعت میں فاتحہ ایک بار سورۃ کافرون تین بار، دوسری رکعت میں فاتحہ ایک بار سورۃ اخلاص پانچ بار، تیسری رکعت میں فاتحہ ایک بار سورۃ مطلق تین بار، چوتھی رکعت میں فاتحہ ایک بار سورۃ الناس گیارہ بار، اس کے بعد کثرت سے یہ پڑھے۔

اللهم انك عفو تحب العفو فاعف عني

بیس رکعت نوافل:- ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار، سورۃ اخلاص اکیس بار

صلوۃ التسبیح:- اس رات میں نماز تسبیح کی چار رکعت ادا کر کے بھی انسان بے شمار دینی و دنیوی و اخروی سعادتیں حاصل کر سکتا ہے۔

ایصالِ ثواب کیجئے (تمام اُمت مرحومہ کیلئے)

معروف ثناء خواں برادرِ طریقت حافظہ لیاقت علی صدیقی کی والدہ رضائے الہی سے وفات پا گئیں نماز جنازہ بڑے قبرستان میں علامہ حافظہ عدیل یوسف صدیقی صاحب نے پڑھائی۔

☆ حاجی محمد احمد نقشبندی شہر آرش والوں کے ماموں جان محمد بلال کے والد گرامی حاجی محمد احمد رضائے الہی سے وفات گئے۔ اللہ رحیم و کریم اپنے محبوب کریم ﷺ کے تصدیق بخش و مغفرت فرمائے اور شفاعت رسول ﷺ نصیب فرمائے۔ آمین (ادارہ)

ادب سکھانا والدین پر فرض ہے

مرشدِ کرم حضرت علامہ محمد طاہر الدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے ملفوظات "مناجح النور" سے انتخاب

اس گئے گزرے دور میں آگاہی اور آداب سے مودب قوم، قبیلہ اور افراد جس گھر میں ہوں اس گھر پر اللہ کی رحمت ہے۔ میرا آپ کے ساتھ محبت و خلوص کا تعلق ہے۔ وہ تعلق جو پس پشت بھی قائم رہے اور یاد آنے کے بعد اچھے کلمات متخلّص کرے وہ عند اللہ چھا تعلق ہے۔ وہ لوگ جن کے پاس دنیا سے زیادہ آخرت کا سودا موجود ہے۔ وہ خوش نصیب و بلند بخت لوگ ہیں۔ جو آدمی دنیا میں الجھ کر حقیقت سے دور ہو اور گل و گلزار کو چھوڑ کر کچھڑ میں پھنس جائے وہ اپنی زندگی میں ناکام آدمی ہے دنیا مسلسل ایک جہاد ہے۔ اس جہاد میں انسان کا رو بار دنیا نہ چھوڑے ورنہ جہاد ختم ہو جائیگا۔ دنیا کا قبضہ اپنے ہاتھ میں رکھیں تاکہ جہاد جاری رہے جن لوگوں کے دل صریح اللہ اور اللہ کے محبوب کی اطاعت میں رہیں وہ خوش نصیب و بلند بخت انسان ہیں۔ اپنے خاندان میں بچیوں کا انتخاب خاندان کے ائمہ و اہل علم کی بنیاد ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت مائی حاجرہ رضی اللہ عنہا کو جب کہ شریف میں چھوڑا اس وقت وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ ایک مرے کے بعد جب واپس تشریف لائے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام جوان ہو کر شادی شدہ ہو چکے تھے۔ اُس روز آپ شکار کے لئے گئے تھے اور گھر میں صرف حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اہلیہ موجود تھیں۔ آپ نے پوچھا بیٹی آپ کے شوہر کہاں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا وہ شکار کے لئے گئے ہیں۔ آپ نے پوچھا وقت کیا گزرتا ہے؟ جواب ملا ٹھنڈی دیر پڑی ہے؟ آپ نے فرمایا۔ میں واپس جا رہا ہوں تمہارے شوہر واپس آئیں تو انہیں میرا سلام کہنا۔ اور پیغام دینا کہ دلیر بدلیں۔ شام کو جب حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر لوٹے تو پوچھا کہ کوئی مہمان تو نہیں آئے تھے۔ بیوی نے جواب دیا۔ ہاں ایک بزرگ تشریف لائے تھے اور پیغام دے گئے ہیں۔ کہ دلیر بدلیں آپ نے فرمایا وہ میرے والد گرامی علیہ السلام تھے۔ وہ اللہ کے پیغمبر ہیں تم نے ان سے سوچا چھا نہیں رکھا۔ ان کے پیغام کا مطلب یہ ہے کہ آج کے بعد تم میری طرف سے فارغ ہو کچھ عرصہ بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام دوبارہ تشریف لائے اتفاق سے حضرت اسماعیل علیہ السلام اُس روز بھی

گھر میں موجود نہیں تھے۔ بہو نے انہیں بٹھایا۔ پانی پلایا گھر میں جو کچھ موجود تھا۔ وہ پیش کیا۔ آپ نے پوچھا تمہارے شوہر کہاں ہیں۔ بہو نے عرض کیا وہ فکار کے لئے گئے ہیں۔ پوچھا گزراوقات کیسی ہوتی ہے؟ عرض کیا بہت اچھی ہوتی ہے۔ وقت پر کوئی چیز مل جائے تو پکا کر کھا لیتے ہیں۔ اور نہ ملے تو ہم اللہ کے ذکر میں ایسے محو ہو جاتے ہیں کہ بھوک کا احساس ہی نہیں رہتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔ فرمایا آپ کے شوہر شاید دیر سے آئیں گے۔ میں جا رہا ہوں۔ وہ جب واپس آئیں تو انہیں کہہ دینا وہ روزہ بہت اچھا اس کو ساری زندگی تبدیل نہیں کرنا۔

جوان بچے اور بچیاں جب بڑوں کے سکھائے آداب کے دائرے میں زندگی گزاریں تو اللہ کی رحمت ان کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔ بچوں کی تربیت دینی مخلوط پر کی جائے تو یہی اولاد والدین کے لئے صدقہ جاریہ ہوتی ہے بچوں کو علم کے ساتھ ساتھ ادب سکھانا والدین کے لئے فرض ہے۔ آج کل لوگ صرف علم پر دھیان دیتے ہیں اور ادب کا خیال نہیں رکھتے۔ ادب کے بغیر علم ایسا ہے جیسے روح کے بغیر جسم۔ ایک کامیاب انسان کے لئے علم اور ادب دونوں لازم و ملزوم ہیں۔

راولپنڈی 9 جنوری 2014

درس قرآن اگر ہم نے نہ بھلایا ہوتا یہ زمانہ زمانے نے نہ دکھایا ہوتا

روزانہ احادیث و احکام
درس قرآن حدیث
عجمہ مسجد عجمہ سنٹر
ویڈیو نمبر 6
پینٹ بکچری بازار فیصل آباد

خطاب:- علامہ حافظ محمد عدیل یوسف مدنی صاحب (خلیفہ جامع مسجد محمدی الدین سدھار فیصل آباد)
احباب نماز عصر عجمہ مسجد میں ادا فرمائیں اور درس قرآن وحدیث کے نور سے خود کو منور فرمائیں

الداعی: صوفی محمد عمران نقشبندی، علامہ محمد فرزان نقشبندی و جملہ اراکین مسجد

ذالك الكتاب لاريب

ان: سا جزا و ہر معظم الحق نمودی صاحب

قرآن کتاب انقلاب، قرآن کتاب ہدایت، قرآن کتاب نور، قرآن کتاب قانون اور خلاصہ نجات ہے۔ تخلیق عالم سے ہزاروں سال قبل لوح محفوظ پر فرشتوں نے جب اس معجزہ نوری کو ملاحظہ کیا تو وہ بھی ذوق میں آ کر کہنے لگے کہ وہ امت کس قدر خوش بخت ہے جس پر یہ کتاب نازل ہوگی۔ وہ سب کس قدر سعادتوں کے منبع ہیں جہاں یہ کتاب نقش ہوگی۔ اور وہ زبانیں کس قدر نصیب ور ہیں جو اس کی تلاوت معمور ہیں گی۔ (مکتوبہ شریف باب فضائل القرآن)

آسمانی کتابوں میں اس کتاب کو یہ انفرادیت نصیب ہے۔ کہ اس میں تہذیبی، ترمیم اور تحریف کا گمان تک نہیں کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ خلاق کائنات خود ہی اس کا حافظ ہے۔ جس نے اس میں ظل اندازی کرنے والے ہر باطل کا رستہ بند کر دیا ہے۔ اور اعلان کر دیا کہ اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور ساتھ ساتھ ہر اس مخلوق کو پہنچ کر دیا جس کی طرف سے اس کتاب عظیم کو بھٹانے کا امکان ہو سکتا تھا کہ تم سارے مل کر بھی اس کی مثل اور مثال بنانے پر قادر نہیں ہو۔

قرآن ہی وہ کتاب عظیم ہے جو ہماری کائنات میں سب سے زیادہ چمکتی ہے اور سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے اور سب سے زیادہ مل بھی اگر پوری دنیا میں ہو رہا ہے تو وہ بھی اس کتاب عظیم کا خاصہ ہے اور اسی کتاب کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ ساری کی ساری کروڑوں لوگوں کو از بر ہی ہے اور وہ ہے گی۔

اس کتاب بینین نے جو پیشین گوئیاں کیں وہ حرف بحرف صداقت کا نشان بنتی گئیں اور پیشین گوئیوں کا سچا ثابت ہونا بھی اس کتاب کی صداقت و حقانیت کی دلیل بن گیا۔ یہ وہ یکتا کتاب ہے جس نے اپنے نبی کے علاوہ گزشتہ انبیاء و رسل کی تنظیم کو واجب قرار دیا بلکہ ان پر ایمان لانا لازمی قرار دیا اور سابقہ آسمانی کتابوں کی صداقت بھی بیان کی اور ان پر ایمان لانا ایمان کی نشانی فرمادیا۔!

اس کتاب کی تلاوت سے تمھارے دل میں شوق کی تازگی اور لطف و سرور میں جولانی نصیب ہوتی ہے۔
قرآن بڑے اعتماد سے خود اس کیفیت کو بیان کرتا ہے کہ ”اہل ایمان کے سامنے جب اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور ان کی آنکھوں میں ہیرے جھلک کر نظر آتے ہیں۔ اہل علم اور ایمان اور نور نبوت کی خیرات لے کر اس کی گہرائیوں میں جب اترتے ہیں تو ذرا گہرائیوں میں گزر جاتی ہیں۔ مگر انہیں کنارہ نظر نہیں آتا۔ وہ جو دلائل تحقیق دینا شروع کرتے ہیں تو کائناتِ محبت بدعاں ہو جاتی ہے۔ حضرت علیؓ الخواص رحمۃ اللہ علیہ ایک سورۃ فاتحہ کی تفسیر کرنے بیٹھے ہیں تو ایک لاکھ چالیس ہزار نو سو ننانوے تفاسیر لکھ دیتے ہیں۔ امام شعرانی شیخ فضل الدین رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے رقمطراز ہیں کہ انہوں نے سورۃ فاتحہ کی دو لاکھ پچاس ہزار نو سو ننانوے تفاسیر پر رقم فرمادیں اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو جب سرورِ یزیم کائناتؓ کی دعا سے خیراتِ علم نصیب ہوئی۔ (اللہم علیہ الكتاب) تو وہ پکار اٹھے ”لو ضاعت عقول بعمری لو جدتہ فی القرآن“ (میرے اوٹ کی تکمیل کم ہو جائے تو اسے بھی سطور قرآن سے ڈھونڈ نکالوں گا)۔ اور باب مدیۃ العلم نے دیگر کائناتِ علم کی توجہ خاص کی بدولت یہاں تک کہہ دیا۔ ”جميع العلم فی القرآن لكن تقاصر عنه افهام الرجال“ (وہ کوئی علم ہے ہی نہیں جو قرآن میں موجود نہ ہو۔ اگر کسی کو خبر نہ ہو تو فہم و عقل کا تصور ہو سکتا ہے) قرآن تو عمر زخار ہے ایسا کیوں نہ ہو، خالقِ حسن وادانے جو کہہ دیا ہے کہ اس کتاب میں کسی چیز کے بیان کو ہم نے چھوڑا ہی نہیں (مساہرہ طنائی الکتاب من شعی)

یہاں ضمناً یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جب قرآن میں کائنات کے تمام علوم مندرج ہیں۔ غلگ و تر کا ذکر اس میں موجود ہے۔ افرادِ اکبر سے قرآن کی سطور معمور ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ قرآن یہ بھی واضح کرتا ہے کہ قرآن علوم، قرآنی ہستیاں، قرآنی حکمتیں اور تمام قرآنی

اسرار اس ہستی کے بیڑ میں غفل کر دی گئیں ہیں جس پر یہ کتاب روشن اتار دی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو۔
 ”واقرن لعلک الکتاب قبیما فاکمل شعی“ اے محبوبؐ! قرآن کے ساتھ جو کتاب کا مقصد یہ ہے کہ آپ ہر چیز کو کھول کر بیان فرمادیں۔ ہر چیز کی وضاحت دے کر سکا ہے جو خود اس کے تمام گوشوں کے حقائق سے باخبر ہو۔ یہی وجہ ہے کہ چشمِ ملک نے یہ نظر بھی دیکھا۔ کہ نبی عالمؐ ہر مہر فرما رہے تھے۔ ”سلو فی عما شئتم ما دمت فی مقلی ہذا“ میں جب تک اس جگہ کھڑا ہوں جو چاہا ہو مجھ سے پوچھ لو میں جواب دوں گا۔ (بخاری شریف)

اس کتاب کی تلاوت کرنے والوں کو رحیم و کریم رب کیسے کیسے انعامات سے نوازا ہے۔ کس قدر عزتیں اور رفعتیں عطا فرماتا ہے۔ یہ اس کی اپنی شانِ کریمی کے انداز ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قرآن پڑھنے والا قیامت کے دن جب آئے گا تو قرآن کہے گا اے رب! اس کو لباس پہنا اور اسے تاج کرامت پہنا یا جائے گا قرآن پھر عرض کرے گا اے رب کریم! از یادہ عطا فرما اے رب اس سے راضی ہو جا، قرآن پڑھنے والے سے فرمایا جائے گا قرآن پڑھتا جا اور بلند یوں پڑھتا جا۔

اس امت کے لاکھوں افراد کو رب جلیل نے قرآن کی محبت عطا فرمائی۔ کثرت سے قرآن کی تلاوت کا معمول رہا۔ روزانہ ایک ختم قرآن تو معمولی بات تھی۔ آج بھی میرے مشاہدے میں ایسے لوگ موجود ہیں جو اس دور میں ختم قرآن کا معمول رکھتے ہیں۔

اپنے قارئین کی نذر ایک خوبصورت واقعہ پیش کر رہا ہوں کہ شغف بالقرآن کے حوالہ سے اس امت میں کیسے کیسے لوگ موجود رہے ہیں۔

یہ واقعہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پیش آتا تھا۔ جو اپنے دور کے بڑے عابد و زاہد محدث و فقیہ اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے۔ ہوا یہ کہ آپ سفر حج پر جا رہے تھے۔ کہ دورانِ سفر میں آپ کی ملاقات ایک سن رسیدہ خاتون سے ہوئی جو قافلے سے گھڑ کر راستہ بھگ گئی تھی اور درخت کے ایک تنے کے پاس بیٹھی تھی۔ آپ اس کے

پاس سے گزرے خاتون کو پریشان اور مایوس پا کر آپ نے اس سے بات چیت کی۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ وہ خاتون آپ کی ہر بات کا جواب قرآنی آیات سے دیتی تھی۔ اس واقعہ سے جہاں قرآن مجید کی جامعیت و وسعت کا پتہ چلتا ہے۔ وہاں اسلاف کی اس سے عقیدت و محبت کا بھی کچھ اندازہ ہوتا ہے۔ لیجئے وہ بات چیت ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ: السلام علیکم ورحمۃ اللہ

خاتون:- سلام قولاً من رب رحیم: یعنی سلام نہایت مہربان کا قول ہے۔ مراد یہ ہے کہ سلام کا جواب تو خود اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ: آپ کہاں سے آرہی ہیں؟

خاتون:- وہ (خدا) جو اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گیا۔ مراد یہ ہے کہ میں مسجد اقصیٰ سے آرہی ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ: آپ یہاں کب سے ہیں؟

خاتون:- وہ (خدا) مجھے کھانا اور پلا تا ہے۔ یعنی کہیں نہ کہیں سے رزق مہیا ہو جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ: کیا وضو کا پانی موجود ہے؟

خاتون:- اگر تم پانی نہ پاؤ تو مٹی سے جیم کر لو (یعنی کہ پانی نہیں مل رہا ہے سو جیم کر لیتی ہوں)

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ: یہ کھانا حاضر ہے کھا لیجئے۔

خاتون:- روزے رات کے آغاز تک پورے کرو (اشارہ یہ تھا کہ میں روزے سے ہوں)

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ: یہ رمضان کا مہینہ تو نہیں ہے؟

خاتون:- اور جو نیکی کے طور پر خوشی سے روزے رکھے تو بے شک اللہ تعالیٰ شکر گزار اور حلیم ہے۔

(یعنی میں نے نفل روزہ رکھا ہے)

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ: لیکن سفر میں تو روزہ افطار کر لینے کی اجازت ہے۔

خاتون:- اور اگر تم روزہ رکھو تو تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ: آپ میرے جیسے انداز میں بات کریں۔

خاتون:- وہ انسان کوئی بات نہیں کرتا کہ اس کے پاس ایک مستعد نگہبان ضرور ہوتا ہے۔ (یعنی

چونکہ انسان کے ہر لفظ پر ایک فرشتہ نگہبان کرتا ہے اور اس کا اندراج ہوتا ہے اس لئے برے باتے

احتیاط میں قرآن کے الفاظ میں ہی بات کرتی ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ: کس قبیلہ سے تعلق رکھتی ہو؟

خاتون:- جو بات تمہیں معلوم نہ ہو اس کے درپے نہ ہو۔ بے شک کان، آنکھ اور دل اس کی

طرف سے جواب دہ ہیں۔ یعنی جس معاملے کا پہلے سے آپ کو کچھ علم نہیں ہے۔ اور جس سے کچھ

واسطہ نہیں ہے اسے پوچھ کر اپنی قوتوں کو کیوں ضائع کرتے ہو؟

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ: مجھے معاف کرو میں نے واقعی غلطی کی۔

خاتون:- آج تم پر کوئی ملامت نہیں اور اللہ تمہیں بخش دے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ: کیا آپ میری اونٹنی پر بیٹھ کر قافلہ سے جا ملنا

پسند کریں گی؟

خاتون:- اور تم جو نیکی کرتے ہو اللہ اسے جان لیتا ہے (یعنی اگر آپ مجھ سے حسن سلوک کرنا

چاہیں تو اللہ اس کا اجر دے گا)

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ: اچھا تو بھر سوار ہو جائیے (یہ کہہ کر حضرت نے

اپنی اونٹنی بٹھادی)؟

خاتون:- اور ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ وہ (خواتین کا سامنا ہونے پر) ٹکا ہیں بچی رکھیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ: عابجھ گئے اور منہ پھیر کر ایک طرف کھڑے

ہو گئے لیکن جب خاتون سوار ہوئیں تو اونٹنی بدکی اور خاتون کا کپڑا کجاوے میں الجھ کر پھٹ گیا اور

وہ پکار اٹھیں۔

خاتون:- تمہیں جو مصیبت پہنچی ہے وہ تمہارے بچے ہی کے کرائے (کوٹاہی و لغزش) کا نتیجہ ہے۔

خاتون گویا حضرت عبداللہ کو توجہ دلا رہی تھی کہ یہاں کچھ مشکل آگئی ہے۔ حضرت عبداللہ سمجھ گئے اور اونٹنی کا پیر باندھا اور کباوے کے تسمے درست کیے۔ خاتون نے حضرت عبداللہ کی مہارت و قابلیت کی تحسین کرنے کے لئے ایک آیت کے ذریعے اشارہ کیا۔

خاتون:- ہم نے سلیمان (علیہ السلام) کو اس معاملے میں فہم و بصیرت دی اور پھر جب سواری کا مرحلہ طے ہو گیا تو خاتون نے سواری کا آغاز کرنے کی آیت پڑھی۔

”پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے لئے مفید خدمت کے قابل بنادیا۔ ورنہ ہم اپنے بل بوتے پر اس قابل نہ تھے۔ اور یقیناً ہمیں لوٹ کر (جواب دہی کے لئے) اپنے رب کے سامنے حاضر ہونا ہے۔“

اب حضرت عبداللہ نے اونٹنی کی مہارت تھامی اور حدی (عربوں کا مشہور نغمہ سفر) الاپتے ہوئے تیز چلنے لگے۔

خاتون:- اپنی چال میں احتمال اختیار کرو اور اپنی آواز دھیمی رکھو۔

حضرت عبداللہ بات سمجھ گئے اور آہستہ آہستہ چلنے لگے اور گفتگو کی آواز بھی پست کر دی۔ خاتون:- پھر قرآن میں جتنا آسانی کے ساتھ پڑھ سکو پڑھو یعنی فرمائش ہوئی کہ حدی (شعرو نغمہ) کے بجائے قرآن میں سے کچھ پڑھیے۔ حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ قرآن پڑھنے لگے اور خاتون نے اس پر خوش ہو کر کہا۔ ”اور اہل دانش ہی نصیحت قبول کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ نے کچھ دیر قرآن پڑھنے کے بعد کہا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ! اے خالہ! کیا آپ کے شوہر ہیں؟ خاتون:- اے ایمان والو! ایسی باتوں کے متعلق نہ پوچھو جو گرم پر ظاہر کر جائیں تو تمہیں بُری معلوم ہوں (خاتون کا مطلب یہ تھا کہ اس معاملے میں سوال نہ کرو اور قرینہ بتا رہا تھا کہ غالباً خاتون کے شوہر فوت ہو چکے ہیں) آخر کار ان دونوں نے قافلے کو جا بکڑا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ! اس قافلہ میں آپ کا کوئی لڑکا یا عزیز ہے جو

آپ سے تعلق رکھتا ہے۔

خاتون:- ماں اور اولاد دونوں زندگی کی زینت ہیں (یعنی میرے بیٹے بھی قافلے میں شامل ہیں اور ان کے ساتھ مال و اسباب بھی ہے)۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ! آپ کے لڑکے قافلہ میں کیا کام کرتے ہیں۔ (موصوف کا مدعا یہ تھا کہ ان کو پہچاننے میں آسانی ہو)

خاتون:- اور نشانیاں ہیں اور ستاروں سے وہ راہ پاتے ہی۔ (مفہوم یہ تھا کہ وہ قافلہ کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں)۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ! کیا آپ ان کے نام بتا سکتی ہیں؟

خاتون:- اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو دوست بنایا اور موسیٰ سے کلام کیا۔ اے بچی! اس کتاب کو قوت سے پکڑو (ان تین آیتوں کو پڑھ کر خاتون سے بتا دیا کہ نام ابراہیم، موسیٰ اور یحییٰ ہیں)

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے قافلہ میں ان ناموں کو پکارنا شروع کیا تو وہ تینوں نوجوان فوراً حاضر ہو گئے۔

خاتون:- اپنے لڑکوں سے (اپنے لوگوں میں سے کسی کو اپنا سکھ (یعنی نقدی) دے کر شہر میں (کھانا خریدنے کے لئے) بھیجو اور اسے چاہیے کہ دیکھے کہ کون سا کھانا زیادہ پاکیزہ ہے۔ پھر اس میں سے تمہارے پاس روزی لے آئے (یعنی لڑکوں کو کھانا کھلانے کی ہدایت کی) اور جب کھانا لایا گیا تو خاتون نے حضرت عبداللہ بن مبارک سے کہا۔

خاتون:- ہنسی خوشی کھاؤ بچو! یہ سب اس اچھے کام کے جو تم نے گزشتہ ایام میں کیا اور ساتھ ہی دوسری آیت پڑھی جس کا منشاء یہ تھا کہ میں آپ کے خُسنِ سلوک کی شکر گزار ہوں۔ نیکی کا بدلہ نیکی ہی سے ہو سکتا ہے۔ یہاں تک پہنچ کر یہ مبارک گفتگو ختم ہو گئی اور اس ضعیف خاتون کے لڑکوں نے عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا کہ ان کی والدہ چالیس سال سے اسی طرح قرآن ہی کے ذریعے گفتگو کر رہی ہیں۔ سبحان اللہ!

حضرت علی رضی اللہ عنہ اقبالِ ربِّہ اللہ علیہ کی نظر میں

یوم علی ۲۱ رمضان المبارک کی مناسبت سے ایک اجماعی تحریر

از: ڈاکٹر ثناء اللہ رانا لادھری، اسسٹنٹ پروفیسر، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی فیصل آباد

حضور ﷺ کے پچازاد بھائی سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ اسلامی تاریخ کی ایک بلند پایہ شخصیت ہیں۔ عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے۔ کہ کسی قوم کی تاریخ کے جنگی ہیروز کی اہمیت صرف میدانِ جنگ کے حوالے سے ہوتی ہے۔ اسی طرح سیاسی ہیروز کی اہمیت صرف سیاسی میدان میں ہوتی ہے۔ اسی طرح بعض بادشاہوں، قائدینِ علماء، فقہاء، قضاہ یا مفکرین کو دنیا صرف ان کے مخصوص شعبہ اور دائرہ کے اعتبار سے جانتی ہے اور ان کا ذکر صرف ان کے خاص شعبے میں ہی ہوتا ہے۔

لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہم ان تمام شعبوں میں ایک اعلیٰ قسم کا ایسا ماہر پاتے ہیں۔ جس کی مہارت و قابلیت کے سامنے بڑے بڑے ابطال دم بخود نظر آتے ہیں۔ وہ میدانِ جنگ کے شہسوار تو ہیں لیکن ان کی جنگ اسلامی فقہ کے تحت رہتی ہے۔ اور اس کی ہر پیش قدمی دینِ اسلام کے گہرے علم اور پاکہازی کا مظہر نظر آتی ہے۔ وہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد کے قہر تو ہیں۔ لیکن ان کی قیامت کی بنیاد اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کا ستون دینِ اسلام کی اطاعت ہے۔ ایک ایسی قیادت جس میں دھوکہ دہی کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ وہ خلیفہ عظیم تو ہیں لیکن ان کی خلافت زاہدین کی عاجزیِ علماء کے ضبطِ قضاہ کے عدلِ عارفین باللہ کے یقینِ کامل سے مزین و مرصع نظر آتی ہے۔

گویا کہ حضرت علی رضی اللہ علیہ ایک خوفِ خدا رکھنے والے امام ایک متقی اور پرہیزگار جرنیل ایک پاکیزہ عالمِ دین، ایک ذہین جج اور دینِ اسلام کا جعزاً عظمتوں اور رفعتوں کی بلند و بالا چوٹیوں پر لہرانے والے خلفاء راشدین میں سے چوتھے خلیفہ راشد ہیں۔ جو حضور ﷺ کے ہر وقت رفیقِ کار رہے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ اس دارِ فانی سے اوجھل ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عظیم مرتبے اور ان کے عالی شرف پر مہر ثبت کرنے کے لئے قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ ہی کافی ہے۔

”اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ تم سے دور کر دے پلیدی کو اے نبی کے گھر والو اور تم کو پوری طرح پاک و صاف کر دے“ (سورۃ احزاب الآیہ ۳۳)

اس آیت کریمہ کی رو سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل بیتِ کرام میں شامل ہیں جن کے بارے میں آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر فیاء القرآن جلد چہارم، صفحہ نمبر 2122)

اہل بیتِ کرام کی شان میں اس آیت کے نزول سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ اہل بیتِ کرام کی شان بیان کرنا قرآن کریم کی تعلیم ہے۔ اور اس قرآن پاک کی تعلیم کو عام کرنے کے لئے عصرِ حاضر کے عظیم شاعر، مفکر اور داعیِ اسلام حضرت علامہ محمد اقبالؒ نے اپنے کلام میں اہل بیتِ کرام کی شان بڑے حسین و جمیل طریقے سے بیان کی جن میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں علامہ صاحب فرماتے ہیں۔

مسلم اول ہو مردان علی	عشق راہ سراپہ ایمان علی
از دلائے دوو مالش زندہ ام	در جہاں مثل گوہر تابندہ ام
زکسم وارقدہ نظارہ ام	در خیابانِ چوہو آوارہ ام
دعوم ارجو شد ز خاک من دوست	ی اگر ریو ز تاک من دوست
خاکم و از عمر او آئینہ ام	ی تو داں دیدن تو ا در سینہ ام
از دُرخ او قال بغیر گرفت	ملت حق از کھوش فر گرفت
قوت دین مبین فرمودہ اش	کائنات آئیں پذیر از دود و اش

علامہ اقبالؒ کے فارسی اشعار کے اس مجموعے کو جب ہم گہری نظر سے دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ میرا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور اہل بیتِ کرام

کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ فرماتے ہیں۔

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے مسلمان ہیں اور بہادروں کے سردار ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ ہیں جنہوں نے عشق رسول ﷺ کو اپنے ایمان کی بنیاد بنایا۔

۲۔ میری زندگی کی ساری پونجی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خاندان کے ساتھ محبت ہے اور اس وجہ سے میں دنیا میں ایک گوہر نایاب کی طرح جانا جاتا ہوں۔

۳۔ میں نرگس ہوں یعنی سراپا آنکھ ہوں اور نگارے کے لئے بے خود ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہن کی کیاری میں خوشبو کی طرح ادھر ادھر اڑتا پھرتا ہوں۔

۴۔ میری مٹی سے زمزم اُبل رہا ہے۔ تو یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی برکت ہے اور اگر میری آنکھوں کی تیل سے شراب ٹپک رہی ہے تو یہ بھی انہیں کی نوازش کا کرشمہ ہے۔

۵۔ میں مٹی ہوں لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت نے مجھے آئینے کی طرح روشن اور شفاف بنا دیا ہے۔ اور کیفیت یہ ہے۔ کہ میرے سینے سے جو آواز اُٹھ رہی ہے وہ بھی جسم کی صفائی کے باعث صاف دیکھی جاسکتی ہے۔

۶۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی کا وہ درجہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ ان کا چہرہ دیکھ کر قال لیا کرتے تھے اور ہمارے ملت کو جو شان و شوکت حاصل ہوئی وہ انہیں سے لی گئی تھی۔

۷۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو کچھ فرمایا اس سے دین اسلام کو قوت حاصل ہوئی۔ دنیا کو انہیں کا خاندان سے قانون، آئین اور دستور ملا۔

قارئین کرام! حقیقت تو یہ ہے کہ علامہ اقبالؒ نے جس خوبصورت پیرائے میں اہل بیت کرام خصوصاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی عقیدت و محبت اپنے گہرے روحانی تعلق اور شان سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بیان کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام لینے والے تو بہت لوگ ہیں جس میں بڑے بڑے مفکر بھی ہیں۔ بڑے بڑے مدبر بھی ہیں۔ بڑے بڑے مصلح بھی ہیں لیکن عظمت

محبوب رسول سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شان بیان کرنے کی توفیق ہر کسی کو نصیب نہیں ہوئی لیکن مختلف قسم کے خدشات اور اسباب اس سعادت کے حصول میں رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ اس اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو علامہ اقبالؒ اس میدان میں دور حاضر کے تمام مفکرین سے آگے نظر آتے ہیں۔

ان اشعار میں جو سب سے زیادہ اہم بات مجھے نظر آئی وہ یہ ہے کہ علامہ اقبالؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت اور ان کے تمام صفات و فرمودات کو اسلام کی قوت قرار دیا یعنی

آپ نے دین اسلام کی شرواشاعت اور اس کی حفاظت کے لئے بھرپور کردار ادا کیا۔ اور جب اپنا ذکر کیا تو پھر بھی اپنی طہارت و پاکیزگی تہیج قلب و روح کا ذکر کیا جو انہیں محبت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی صدقے سے عطا ہوئی۔ کیونکہ دور حاضر کے مسلمان کو ایک پیغام دینا چاہئے ہیں اور اس کے سامنے ایک ماڈل کے طور پر اسلام کردار رکھنا چاہئے ہیں جس کے لئے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتخاب فرمایا۔ آئیے علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چند شعر اور ملاحظہ فرمائیں۔

مندرجہ ذیل اشعار میں علامہ اقبالؒ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جن مختلف ناموں کی تخریج بیان فرماتے ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ ایتراب ۲۔ پد اللہ ۳۔ کزار ۴۔ باب مدینہ علم

علامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہر کہ دانائے رموز زندگیست
خاک تارکے کے نام اوتن است
فکر گردوں دس زمین پیا اڑو
از ہوں تچ دورد دارد بدست
تیر اسمائے علی دائر کہ چھست
عقل از بیداد اور در شیون است
چشم کو رو گوش تا شنوا اڑو
دہرواں را دل بریں رہزن نکست
ایں گل تاریخ را اکسیر کرد
بو تراب از فتح اقلیم تن است
گوہرش را آبر و خود داری است
مرد کشور گیر از کراری است

زیر پاش ایجا شکوہ خیر است دست او آنا قسیم کوڑ است
از خود آگاہی یہ الہی کند از یہ الہی شہنشاہی کند
ذات او دروازہ شہر علوم زیر قمرانش حجاز و یمن و روم
از کل خود آدے تعمیر کن آدے را عالے تعمیر کن
۱۔ جو شخص زندگی کے ہمید جانتا ہے اسے علم ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لقب اور ناموں میں کیا اسرار ہیں۔

۲۔ وہ بے نور مٹی جس کا نام جسم ہے عقل اس کے ظلم سے آہ و فریاد کر رہی ہے۔
۳۔ جس کی فکر کی پرواز آسمان تک جے اس جسم نے اسے جکڑ کر زمین تاپنے کا گز بنا رکھا ہے۔ آنکھیں اس وجہ سے اندھی اور کان بہرے ہو گئے۔
۴۔ اس جسم نے ہوس کی دودھاری تلوار اٹھا رکھی ہے اور یہ ایسا خوفناک راہزن ہے کہ جس کی وجہ سے راستے میں چلنے والوں کے دل ٹٹ گئے ہیں۔
۵۔ خدا کے شیر نے اس مٹی کے نام جسم ہے تغیر کر لیا ہے۔ یہ مٹی بالکل بے نور تھی مگر اسے اکسیر بنا دیا۔

۶۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جو و مبارک ہیں۔ جن کی تلوار سے حق و صداقت دنیا میں روشن ہوئے انہوں نے جسم کی حکومت پر فتح حاصل کر لی ہے۔ اور اس وجہ سے ابو تراب کا لقب ملا۔
۷۔ جب تک انسان اپنے اندر کراہی (پلٹ کر حملہ کرنا) کی صفت پیدا نہ کر لے سلطنت پر فتح حاصل نہیں ہوتی اور خود داری ہی کی برکت سے اس گوہر کی آبر و قائم ہے۔
۸۔ خیمہ کی شان و شوکت اس دنیا میں اس کے پاؤں کے نیچے ہوتی ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے حوض کوثر کا ساتھی بنا دیتا ہے۔

۹۔ وہ اپنی ذات کو پہچانتا ہے اس لئے خدا کا ہاتھ بن جاتا ہے۔ خدا کا ہاتھ بن جانے سے اسے شہنشاہی مل جاتی ہے۔

۱۰۔ اس کی ذات علوم کے شہر کا دروازہ بن جاتی ہے۔ حجاز، یمن و روم سب اس کے زیر فرمان آ جاتے ہیں۔

۱۱۔ اپنی مٹی سے ایک نیا آدم پیدا کر پھر اس آدم کے لئے ایک نئے جہاں کی تعمیر کی۔

ان اشعار میں اپنی بات کا لب لباب اور مرکزی خیال بیان کر دیتے ہیں اور وہ مقصد نکھر کر سامنے آ جاتا ہے جس کی خاطر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ان اشعار کو تحریر کا جامہ پہنایا اور وہ دور حاضر کے مسلمان کے لئے ایک پیغام بھی ہے اور اس کے تمام مسائل کا حل بھی ہے وہ یہ کہ سب سے پہلے اپنی ذات کی تربیت کرنا سے طہارت و پاکیزگی سے روشناس کراؤ۔ قرآن و حدیث کو دوسروں تک پہنچانے سے پہلے اس سے خود مستفید ہونے کی کوشش کرو۔ اس کے بتائے ہوئے اصولوں کو لوگوں کو تبلیغ کرنے سے پہلے اپنے نفس امارہ اس مٹی کے جسم کی تبلیغ کرو۔ اس کی صفائی اور سترائی پر توجہ دو۔ اس کی سرکشی اور بغاوت کو کنٹرول کرو۔ نظام معطوفی علیہ السلام کا نفاذ پہلے اپنی ذات پر کر دو کہ تو ہم میدان میں کامیاب و کامران رہو گے۔ کیونکہ علامہ اقبالؒ نے جب اپنی عظمت کی بات کی تو اس کا سبب صرف ایک ہی بتایا کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے رنگ میں رنگا گیا ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عظمتوں اور رفعتوں کی بات کی تو ان سب کا سبب ایک ہی بتایا کہ انہوں نے اس مٹی کے جسم کی سرکشیوں اور بغاوتوں پر قابو پالیا ہے۔ روحانیت و شفافیت کے اس اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد ہمیشہ ان کے شامل حال بن گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کرام کا ذکر کیا تو طہارت و پاکیزگی کی بات بطور خاص فرمائی۔ اور آج کا مسلمان بھی اگر اپنا کھویا ہوا مقام واپس لوٹنا چاہتا ہے۔ عزت و عظمت کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتا ہے تو اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کرام کا اسوہ حسنہ بھی سامنے رکھنا ہوگا۔ جنہوں نے عبادت و ریاضت کے ساتھ ساتھ جہاد فی سبیل اللہ میں بھی اپنا بے مثال مقام پیدا کیا۔ خواہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوں یا آپ کے صاحبزادگان سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ عز وعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کی طہارت و پاکیزگی میں سے کچھ حصہ عطا فرمائے۔ آمین

ہجرت نبوی کا پہلا حصہ تاریخی پس منظر

اد: ڈاکٹر محمد اعلیٰ قریشی صاحب

اسلام ایک دین ہے جو نئی نوع انسان کی حیات کے تمام پہلوؤں کو محیط ہے۔ اسلام کی دعوت ایک ایسا معاشرہ تشکیل دینے کی دعوت ہے۔ جہاں ہر فرد معاشرے ایک قانون کا تابع ہو۔ جہاں ہر انسان اصولوں کا پابند اور ایک دوسرے کے لئے جائزہ دینے کا جذبہ رکھتا ہو۔ رسول اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ کی سرزمین پر ایسا ہی معاشرہ قائم کرنے کا اہتمام کیا مگر ظلم کے خوگر، بدی کے رسیا اور گناہ کے عادی بچھڑ گئے۔ یہ پیغام تو ان کی خود سری کے لئے پیغام فتنہ تھا۔ وہ تکبر و غرور کی بداندیشی کے اسیر تھے برتر و کم تر کی تقسیم پر کار بند تھے۔ انہیں اسلام کی دعوت پسند نہ آئی کہ حق کا بول بالا ہو گیا۔ تو ان کے استبداد و اقتدار پر زلزلہ آجائے۔ مظلوم کی اعانت ہونے لگی تو ظلم کے ہاتھ بے توفیق ہو جائے گا۔ زیر دستوں کو شعور حیات عطا ہوگا۔ ترزیر دستوں سے حق حکم چھین جائے گا۔ روشنی کی آمد تاریکی کے لئے پیغام فرار ہوگی۔ شفاء کا نزول مرض کے خاتمہ کا اعلان ہوگا۔ سب کچھ بدل جائے گا۔ مکریم کے بیانے اور تعظیم کے روئے یکسر تبدیل ہو جائیں گے۔ اہل مکہ اس انقلاب کے ظہور کو محسوس کرنے لگے تھے اس لئے ہر قیمت پر اس انقلاب کے دائمی کا راستہ روکنے کا سامان کرنے لگے۔ ماحول کو ابھی تیار ہونے کے لئے وقت دیا گیا تھا اور دین کی سر بلندی کسی اور مرکز کی منتظر تھی۔

یہ مرکز مدینہ منورہ تھا جہاں اسلام کی روشنی پھیل چکی تھی۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی محنت و لگن لاری تھی۔ مگر مکر میں نبی اکرم ﷺ کے ارشادات سنائے جا رہے تھے۔ اہل مدینہ جاہلوں کا جبر برداشت کرتے رہے تھے۔ نفاق و انفریق نے ان کو آپس میں دست و گریباں کر رکھا تھا۔ ماضی کا تجربہ، اہل کتاب کی مسابغی اور ظلم و جور سے نفرت انہیں اسلام کے قریب لے آئی تھی۔ جذبہ بیدار ہو جائے تو فاسلے سمٹ جایا کرتے ہیں۔ وہ لمحہ آ گیا تھا کہ انقلاب اسلامی کا مرکز مدینہ منورہ منتقل ہو جائے۔ داعی حق ﷺ نے ہجرت کی اجازت دے دی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ جانے لگے۔ یہ سفر بتدریج طے پایا اور آخر وہ موقع بھی آیا کہ خود حضور ﷺ

نے ہجرت کا فیصلہ کر لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس لئے چھوڑ دیا کہ دشمنوں کی امانتیں واپس کر دی جائیں۔ دشمنی کی حد ہو گئی تھی۔ اہل مکہ جان لینے پر تیار تھے۔ مگر نبی رحمت ﷺ اسلامی تعلیمات کے اجراء و نفاذ سے سر مو غماض پر تیار نہ تھے۔ مخالفت اصولوں کا سودا کرنے کا باعث نہ بن سکتی تھی۔ جان کا خطرہ مگر دیانت کا مظاہرہ اسلام کا امتیازی نشان بنا۔ گردن کٹ سکتی تھی۔ ضابطہ نہ ٹوٹ سکتے تھے۔

سرور کائنات ﷺ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لئے مکہ مکرمہ کو الوداع کہہ رہے تھے۔ جان کے دشمن تلاش میں نکلے۔ وادیوں میں تلاش ہوئی پہاڑوں کو ہساروں کو پہنائیاں سر کیں مگر انہیں یہ خبر نہ تھی کہ۔

وَاللّٰهُ يَعْصِيكَ مِنَ النَّاسِ (المائدہ 72)

”اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے پناہ دینے والا ہے“

کا حصار بڑا قوی ہوتا ہے۔ جو وادی مکہ میں اپنے ارمان پورے نہ کر سکے۔ راستوں میں کیسے روک سکیں گے۔ یہ قافلہ نجات رواں دواں تھا۔ سراقہ کا تعاقب راہ حق کے مسافر کے آڑے نہ آسکا۔ بخواسلم کا گردہ انعام کی طلب لے کر نکلا تھا۔ مگر انہیں دنیا ہی نہیں دین کا انعام حاصل ہو گیا تھا۔ یہ مختصر قافلہ نور وہاں جا رہا تھا۔ جہاں دین کو معاشرے کی سروری حاصل ہونے والی تھی۔ مکہ مکرمہ سے مہاجرین ایک ایک فرد کی حیثیت سے نکلے تھے۔ کہ انہیں مدینہ منورہ کے اجتماع میں ضم ہوتا تھا۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کا سفر، افراد کا اجتماع کے ربط میں پیوست ہونے کا سفر تھا۔

تعاقب کا کام ہوا کہ تاریکیاں روشنی کی لہر کو روکنے کی ہمت نہیں رکھتیں۔ نور پیدا ہونے کا عزم کر لے تو دیوار اندھیرے بھی پسپا ہو جایا کرتے ہیں۔ مدینہ منورہ سراپا استقبال تھا کہ نور نبوت کی شعاعیں اہل مدینہ کے قلب و نظر کو جلا بخش چکی تھیں۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب، روشنی نظر آنے لگے تو طلوع آفتاب کا انتظار ہونے لگتا ہے۔ مدینہ منورہ سے باہر وادی قباء میں مہاجر اکٹھے ہو چکے تھے۔ تاکہ مدینہ منورہ میں رسول عالمین ﷺ کے داخل ہونے کے جشن کا نظارہ کر سکیں۔ چودہ روز

قباء میں قیام رہا۔ وہاں وہ مسجد تعمیر ہوئی جس کی کی اساس تقویٰ پر تھی۔ جسے پہلی مئی مسجد ہونے کا شرف ملا تھا اور جسے آمد حق کی یادگار کے طور پر دائمی فضیلت حاصل ہو گئی تھی۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ابھی مکہ مکرمہ ہی میں تھے کہ جمعہ کی اجازت ہو گئی تھی۔ جمعہ اجتماع کا تقاضا کرتا ہے اس لئے اذانہ ہوسکا۔ اگرچہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اس کی ادائیگی کا پیغام مل چکا تھا۔ جمعہ سید الایام ہے کہ اس کی فضیلت عیدین سے بھی زیادہ ہے۔ اس لئے کہ یہ دین کی عظمت کا حوالہ اور اجتماعی ربط کا وسیلہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ قباء سے جمعہ کے روز شہر کی جانب روانہ ہوئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ساتھ تھے۔ اور ہر بستی والے استقبال کو حاضر تھے۔ بنو سالم کی وادی میں پہنچے تو نماز جمعہ کا وقت ہوا۔ آج عجیب منظر سامنے تھا۔ موانعات دیگا نکت کا درس دینے والا، شہر محبت میں داخل ہوا چاہتا تھا۔ کثیر تعداد ساتھ تھی۔ مکہ مکرمہ میں ملنے والی اجازت کے عملی نفاذ کا سامان بہم تھا۔ ارشاد ہوا اسی وادی میں نماز جمعہ ادا ہوگی۔ خطبہ ارشاد فرمایا۔ نماز ادا ہوئی مسجد جمعہ یا مسجد الوادی اسی عظیم دن کی یادگار کے طور پر قائم ہوئی۔ ایک مختصری مسجد کراجمعی کے قیام کا نقطہ آغاز۔

یہ پہلا جمعہ تھا۔ جو مدینہ منورہ کے مضافات میں ادا ہوا۔ یہ اعلان تھا کہ مدینہ منورہ اہل اسلام کے لئے ایک ایسا مرکز بننے والا ہے۔ جہاں سب ایک دوسرے سے کندھا ملا کر آ کرے بڑھیں گے۔ یہ وہ لمحہ تھا جب اسلام کے معاشرتی انقلاب کی بنیاد رکھی گئی۔ اب چھپ چھپ کر نیکیاں نہ ہوگی۔ نیکی معاشرے کا مزاج بن جائے گی۔ سطوت اسلامی کا اظہار ہوگا اعلیٰ کلمہ حق کے آوازے گونجیں گے اور

جاء الحق وزهق الباطل (الاسراء: 18)

”حق آگیا اور باطل نابود ہوا“

کے دھڑے دل و نظر کو تسخیر کریں گے۔ یہ پہلا جمعہ ہی نہ تھا۔ معاشرے کی حبشہ اول تھی۔ یہی روح جب مسجد نبوی میں بیدار ہوئی تو اسلام کی سلطانت آشکار ہو گئی۔

غوث الامت حضرت خواجہ پیر غلام محی الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ و
پیر ثانی غزنوی رحمۃ اللہ علی کے سالانہ عرس مبارک کی رپورٹ

رپورٹ: محمد عدیل یوسف مدنی

قارئین کرام! تاریخ اس بات پر شاہد ہے۔ کہ برصغیر پاک و ہند میں فیضان قرآن و حدیث کی تقسیم اور اشاعت دین میں اہم ترین کردار اولیاء اللہ کا ہے۔

”حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد پاک ہے۔ کہ اللہ جب اپنے بندے سے پیار فرماتا ہے کہ جبریل علیہ السلام کو فرماتا ہے کہ میں اپنے فلاں بندے سے پیار کرتا ہوں توں بھی اس سے پیار کر۔ اور پھر آسمانوں میں اس کی محبت کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ پھر زمین پر اس کی محبت کے ڈنگے بجائے جاتے ہیں۔ تو وہ بندہ خدا مخلوق خدا کا محبوب بن جاتا ہے۔“

یہی وجہ ہے کہ ایام زیت میں ہی نہیں بلکہ جب تک زمانے کی زندگی ہے ان کے پیارے میں روز بروز اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ انہیں عظیم محبوبان خدا میں سے ایک عظیم المرتبت وجود نیریاں شریف کے تاجدار نقشبندیوں کے دلدار، قاسم فیضان نبوت حضرت خواجہ غلام محی الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔

حسب سابق اس سال بھی جو نبی عرس مبارک کی تاریخ 6-7 جون بروز ہفتہ اتوار اعلان ہوا تو پورے ملک میں عاشقان رسول ﷺ نے اشتہارات، فلیکس، وال چانگ اور اخبارات کے ذریعے خوب تشہیر کی۔ ملک کے کونے کونے سے اپنے پیر و مرشد کی محبت کے دیب جلا کر لوگ مقررہ تاریخ سے قبل ہی دربار فیض ہار پہنچنا شروع ہو گئے تھے۔ دربار شریف اور مرکزی مسجد کو لائش سے خوب صورت سجایا گیا تھا اور شریک بزم محبت ہونے والوں کے لئے قیام کا انتظام محی الدین اسلامی یونیورسٹی کے کثیر تعداد کمرہوں میں کیا گیا تھا اور نگر شریف کا وسیع انتظام تھا۔ جو کہ مسلسل اطلاعات کر کے یونیورسٹی کے وسیع و عریض محن میں تقسیم ہوتا رہا۔ نگر تھا کہ نور کے نوالے۔ نگر شریف اور مہمان نوازی کی تمام تر ذمہ داریاں مرشد کریم کے لخت جگر پیر طریقت صاحبزادہ پیر محمد سلطان

العارفين صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ بطریق احسن سرانجام دیں۔

5 جون بروز جمعہ المبارک کو حضور مرشد کریم حضرت پیر محمد علاؤ الدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے جمع دامت محمدیہ کی اصلاح کے لئے عظیم الشان خطاب فرمایا۔ وہ خطاب کیا تھا۔ پھولوں کا ایک گلدستہ، شراب محبت کا چھلکا ہوا جام، لفظوں کا وہ مجموعہ جو آپ زر سے لکھنے کے قابل، وہ آب حیات جو مردوں کو جلا نصیب ہو، عشق نبی ﷺ کی وہ صدا کہ جس سے زمانے میں بہار آئے اور کوثر و تنیم کا وہ جام جس سے معرفت خدا نصیب ہو۔

میرے قلم میں یہ طاقت نہیں کہ ان دلکش مناظر کو احاطہ تحریر میں لاسکوں۔ وہ تو جو جو شریک بزم محبت تھا وہ خود تو خود ہی جان گیا ہوگا۔

نماز مغرب کے بعد مرکزی جامع مسجد محی الدین میں جگر گوشہ حضور مرشد کریم صاحبزادہ والا شان پیر طریقت علامہ پیر نور العارفين صدیقی صاحب نے قرآن و سنت کی روشنی میں علمی، روحانی، اصلاحی خطاب فرمایا۔ یہ عظیم الشان تقریب اپنی تمام رعایوں کے ساتھ نماز عشاء کے قیل اعتناء پذیر ہوئی۔

6 جون بروز ہفتہ بعد از نماز مغرب دربار فیضیہ کے وسیع و عریض محن میں عاشقوں کا ٹھائیں مارتا ہوا سمندر موجود تھا۔ مرشد کریم کے حکم پر دوسری نشست کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ نامور شاہ خوان رسول ﷺ نے بارگاہ رسالت ﷺ میں گلہائے عقیدت پیش کئے۔ ملک کے نامور قراء کرام نے نہایت احسن انداز میں تلاوت قرآن مجید سے حاضرین کو محفوظ کیا۔ محفل حسین قرأت کے دوران علماء کرام کی کثیر تعداد اسٹیج کی زینت بنی۔

مرشد کریم نے مجھ ناچیز عدیل یوسف صدیقی کو طلب فرمایا اور علماء کرام کے خطابات کروانے کا حکم ارشاد فرمایا۔ تعمیلی ارشاد پر علماء کرام نے درج قرآن وحدیث سے حاضرین کو منور فرمایا۔ دعا پر دوسری نشست کا اختتام ہوا۔

7 جون بروز اتوار پہلی نشست کے آغاز سے پہلے ہی پنڈال بج چکا تھا اور بھر چکا تھا۔

پہاڑوں پر اور درختوں کی مضبوط ٹہنیوں پر مضبوط اعصاب کے مالک خوش بخت لوگ اپنے مرشد کریم کے جلوؤں کی خیرات لینے جلوہ افروز ہو چکے تھے۔

لا الہ الا اللہ کی صداؤں میں قافلے جوق در جوق پہنچ چکے تھے۔ ہر طرف عاشقوں کا جھوم نظر آ رہا تھا۔ دن گیارہ بجے نورانی وجدانی ایمانی عرس کی تقریب سعید کا آغاز ہوا۔ ملک و بیرونی ملک سے تشریف لائے ہوئے معزز علماء کرام نے حضور مرشد کریم کی علمی خدمات اور تحریک تحفظ ناموس رسالت ﷺ کی کراں قدر کاوشوں کو سراہا۔ اگلیڈ سے تشریف لائے ہوئے علماء نے حضرت علامہ محمد نواز ہزاروی صدیقی صاحب، حضرت علامہ صاحبزادہ مصباح الممالک صدیقی صاحب، حضرت علامہ غلام ربانی افغانی صدیقی صاحب، حضرت علامہ غلام جیلانی صدیقی صاحب نے مدلل اور عظیم الشان خطابات فرمائے۔

پیر طریقت صاحبزادہ علامہ ظہیر الدین صدیقی صاحب کے لخت جگر حضور مرشد کریم کے نواسے صاحبزادہ علامہ حماد الدین صدیقی صاحب نے انگلش میں خطاب فرمایا۔ آزاد کشمیر کے وزراء بھی حاضرین سے مخاطب ہوئے۔ دربار حضرت سلطان باہو کے سجادہ نشین پیر خالد سلطان صاحب نے عقیدتوں کا اظہار فرمایا۔ صاحبزادہ علامہ حامد سعید کاظمی سابق وفاقی وزیر نے بھی خوبصورت خطاب فرمایا۔ اب وہ گھڑیاں آن پہنچی۔ جن کا انتظار دربار فیضیہ پر موجود لاکھوں خواجین و حضرات کو تھا اور کروڑوں اُن خواتین و حضرات کو بھی تھا جو نورانی دی اورائے آروائی کیونٹی دی پر اپنے مرشد کریم پیکر جود و عطاء مریخ خلافت حضور قبلہ عالم پیر محمد علاؤ الدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے دیدار، خطاب اور دعا کے لئے بے قرار تھے۔ انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں مرشد کریم نے تمام حاضرین اور امت مسلمہ کی بھلائی کے لئے دعا فرمائی۔ اس طرح یہ ایمانی وجدانی مناظر دلوں کی دنیا میں انقلاب پا کرتے ہوئے خالی دامن بھرتے ہوئے اختتام پذیر ہوئے اور اس کیف و مستی میں زبان حال سے ہر کوئی یوں عرض گزار تھا۔

خدا آباد رکے سلسلہ اس تیری نسبت کا

وگر نہ ہم بھری دنیا میں پیچانے کہاں جاتے

حضرت قبلہ ڈاکٹر امتیاز احمد شیخ، ڈاکٹر محمود یوسف شیخ، شیخ فاروق یوسف، علامہ عدیل یوسف صدیقی

اور لکھنؤ جگر
ڈاکٹر امتیاز احمد شیخ صاحب
حافظہ اقصیٰ شہزادی

والدہ ماجدہ

3 جولائی
بروز جمعہ المبارک
بعد از نماز عصر

سالانہ ختم شریف

ختم خواجگان، دعا پیر طریقت صاحبزادہ علامہ محمد معظم الحق مظلمی صاحب
بر مقام :- رہائش گاہ :- حافظہ محمد عدیل یوسف صدیقی 186 میلاد درود گلشن کالونی فیصل آباد

صحت یابی کیلئے دعا فرمائیں ہر بیمار کیلئے

میرے استاد مکرم حضرت علامہ حافظہ محمد قطب الدین سیالوی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کچھ عرصے سے علیل ہیں۔ عاشق درود شریف حاجی محمد نعیم نقشبندی صاحب گروہ کی تکلیف میں مبتلا ہے۔ اللہ رحیم و کریم اپنے محبوب کریم ﷺ کے لعاب و ہن کے صدقے صحت یاب فرمائے۔ آمین طالب دعا :- محمد عدیل یوسف صدیقی ممی حد

محی الدین ٹرسٹ انٹرنیشنل



سیکرٹ کی تعیناتہ • قانون کی نظائر
عقائد کی پختگی • اعمال کی درستگی
کامنویئرلٹی کا پیش کردہ عظیم مرکز

پیر محمد علاؤ الدین صدیقی

نورانی دی

محی الدین اسلامی یونیورسٹی

نیریات شریف آزاد کشمیر میں

ایم اے اسلامیات ایم فل

پی ایچ ڈی اسلامیات سٹڈیز

کمپیوٹر کورسز

نظامی درسی

یڈلے میٹرک پاسن طلباء و طالبات کا

برائے رابطہ

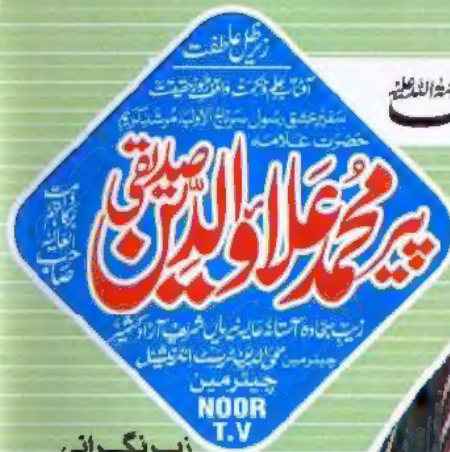
داخلہ جاری ہے

صاحبزادہ سلطان العاقین صدیقی
نیریات شریف آزاد کشمیر

0333-5249094

بہیمان نظر

غوث الامت حضرت خواجہ غلام محی الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ



زیر نگرانی

پہاڑیقت رہبر شریعت
صاحبزادہ
سلاطین العارفین صدیقی

مکرمی جامع مسجد دربار فیضیہ
نیریات شریف آزاد کشمیر کے

نورانی
زوقانی
مجاہدان
حصولِ رحمت و مغفرت کیلئے
آخری عشرہ میں

اجتماعی
اعتکاف کیجئے

نوٹ: گرم کپڑے گرم چادر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ
0333-5249094

غلام
نیریات شریف

مشتہر محمد عدیل اویس صدیقی

مکرمی و افطاری
کا بہترین انتظام
روزانہ عافیت دوز
مختص ہو جائیگا
علاقہ راقوں میں
شعبہ بیداری
آپنی دادرسی